ماخذ و مصادر احکام القرآن للجصاص- تحقیقی مطالعہ

فریحہ انجم*
ڈاکٹر محمد سعد صدیقی*

Allama Abu BakarAlraziAljassas is the translator of Tafseer Ahkam ul Quran. It was written in the 4th century of Hijra. The current article presents the research study conducted on the sources of tafseer 'Ahkam-ul-Quran'. This scripture is a milestone and leader for subsequent tafaseer and has the status of origin. Its theme is based on Muslim jurisprudence. In that era, Great Muslim jurists and scholars of Shariah were wholeheartedly engrossed in their academic persuits. A brief discussion is represented in this research paper on those sources adopted by Imam Jassas in his tafseer.We find these sources best, authentic, original and primary sources. Imam jassas has made use of the expertise of the best Arab linguists, poets and grammar expertsin order to elaborate the comprehension of verses. This quality distinguished him from other'mufassareen'. In essence, these sources made Imam Jassas's work colossal and trustworthy.

ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیات میں سے ایک نمایاں عالم، جید فقیہ، نامور مفسر قاضی ابو بکر جصاص ہیں جنہوں نے اپنی مختصر حیات میں شبانہ روز محنت سے ایک بڑا ذخیرہ علم پیدا کیا جو ایک صدی میں کرنا ممکن نہ تھا۔ آپ کی خدمات جلیلہ اس قدر وسیع اور اہم ہیں کہ ان کو چند صفحات میں سمونا دشوار ہے۔

تعارف شخصیت

قاضی ابو بکر جصاص کا نام احمد بن علی الرازی(۱) ہے۔ابو بکر ان کی کنیت اور الجصاص کے لقب سے معروف تھے(۲) آپ ۳۰۵ھ بمطابق ۹۱۷ء کو فارس کے شہر "رے" میں پیدا ہوئے۔اس نسبت سے آپ کو الرازی کہا جاتا ہے۔ (۳) آپ کی جائے پیدائش کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔بعض نے آپ کی جائے پیدائش "رے" تحریر کی ہے(۴) جبکہ بعض نے بغداد لکھا ہے(۵) مگر زیادہ تر شواہد "رے" سے متعلقہ ہی ملتے ہیں۔(۶)

☆لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور
☆☆ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

ابو بکر رازی نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز اپنے وطن رے سے کیا۔ جہاں بڑے بڑے ماہرین فن موجود تھے۔ امام کی علمی نشو و نما میں رے کا بڑا دخل ہے۔ آپ ۳۲۵ھ / ۳۲۴ھ میں بغداد تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی(۷) بغداد چوتھی صدی ہجری میں علوم و فنون کا مرکز تھا، سیاسی بے قاعدگیاں عروج پر تھیں اور مذہبی مباحث کا دور دورہ تھا۔ شیعہ سنی اختلافات بہت حد تک وسیع ہو چکے تھے۔ علوم دینیہ اور عصری علوم کے عروج کا زمانہ تھا۔ نامور علماء و محدثین واردین و صادرین کی علمی تشنگی دور کرنے میں مصروف تھے۔ بغداد میں آپ مشہور حنفی عالم ابو الحسن الکرخی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے(۸) ان کے طریق تدریس اور فقہی نظریات سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے احکام القرآن میں امام ابو الحسن الکرخی کے نظریات کو جابجا قلمبند کیا ہے اور کئی مقامات پر ان کی کتب کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔ بغداد میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد آپ اھواز چلے گئے(۹) اور وہاں کے جید علماء سے کسب فیض کیا۔ پھر بغداد واپس آ گئے اور اپنے شیخ ابو الحسن الکرخی کی صحبت میں رہ کر ان سے استفادہ کرتے رہے۔ اسی اثناء میں حاکم نیساپوری بغداد آئے تو امام ابو بکر رازی، ابو الحسن الکرخی کی رائے اور ان کے مشورے سے حاکم نیساپوری کے ساتھ نیساپور چلے گئے۔ وہاں حصول علم میں منہمک اور ہمہ تن مشغول رہے۔ آپ نے علم حدیث کی سماعت و روایت بڑے بڑے نامور محدثین اور ماہرین جرح سے کی۔ ان میں ہر ایک فرد اپنے وقت کا نامور محدث تھا۔ ان کی صحبت نے آپ کے اندر بھی کمال پیدا کیا اور آپ محدثین کے حلقہ میں" محدث نیساپور کے معزز لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ آپ کے اساتذۂ حدیث میں عبد الباقی بن قانع (۲۶۵ھ-۳۵۱ھ)، ابو العباس الاصم (۲۴۷ھ-۳۴۶ھ)، غلام ثعلب (۲۶۱ھ-۳۴۵ھ)، الطبرانی (۲۶۰ھ ۳۶ھ) اور ابو محمد الاصفہانی (۲۴۸ھ-۳۴۶ھ)(۱۰) کے نام ملتے ہیں۔ اسی طرح امام صاحب فقہ اور اصول فقہ کے ماہر بھی تھے۔ امام جصاص کے شیوخ میں ائمہ فقہ کی کثیر تعداد شامل ہے۔ لیکن جس فقیہ اور امام سے انہوں نے علوم کثیرہ حاصل کئے، جس کی درسگاہ سے انہوں نے سند فضیلت حاصل کی اور اس مسند تدریس کے یہ خلف الرشید اور وارث تھے، وہ شیخ ابو الحسن الکرخی (۲۶۰ھ-۳۴۰ھ) تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے فقہ کی تعلیم ابو سہل الزجاجی سے بھی حاصل کی۔ ابو بکر الجصاص کے اساتذۂ فقہ میں یہی دو نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ تحصیل علم سے فراغت اور ہر فن میں کمال پیدا کرنے کے بعد آپ سرزمین بغداد میں اپنے استاد ابو الحسن الکرخی کی وفات کی خبر پا کر آپ ۳۴۴ھ / ۹۱۵ء میں بغداد واپس آ گئے(۱۱) اور اپنے شیخ کی مسند درس پر متمکن ہو گئے۔ آپ کا علمی شہرہ جلد ہی دور دور تک ہونے لگا اور فقہ و حدیث دونوں کے امام تسلیم کئے جانے لگے۔ اکناف علم

سے تشنگان علوم نبوت جوق در جوق بغداد آکر آپ کے حلقہ ءدرس میں شامل ہونے لگے۔ان علماء وفضلاء میں سے جنہوں نے ابو بکر جصاص سے فیض حاصل کیا،الجرجانی (۳۹۸ھ)، محمد بن موسیٰ الخوارزمی (۴۰۳ھ)، الکماری (۳۸۳ھ۔۴۱۷ھ)، الزعفرانی (۳۹۳ھ)، ابو جعفر النسفی(۴۱۴ھ) اورابن مسلمہ (۳۳۷ھ۔ ۴۱۵ھ)(۱۲) نمایاں ہیں۔ قاضی ابو بکر جصاص نے اپنی تمام زندگی فقہ کی خدمت کرتے ہوئے بسر کی۔ آپ کو فقہ میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ احکام القرآن میں انہوں نے ائمہ اربعہ کے علاوہ ابن ابی لیلیٰ،سفیان ثوری، حسن بن صالح،عبداللہ بن الحسب العنبری اور امام اوزاعی کے مذاہب شرح وبسط کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔ یہ کام وہی شخص کر سکتاہے جو تمام ائمہ کے مذاہب پر عمیق نظر رکھتاہو۔

خلاصۂ کلام جصاص اپنے دور کے اکابر علمائے احناف میں سے تھے۔ آپ نے حنفی فقہ کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ایک عالم دین کا سب سے بڑا وصف اور کمال یہ ہے کہ وہ زہد وتقوی اور خشیت الٰہی کی دولت سے مالامال ہو،امام ابو بکر جصاص جہاں علوم و معارف میں یگانہ روزگار تھے وہیں اپنے وقت کے بڑے زاہد،عابد،عارف اور متقی تھے۔

احکام القرآن مصادر

علامہ جصاص کے اسلوب تفسیر پر اگر غور کیا جائے تو وہ ایک ماہر زبان و ادب معلوم ہوتے ہیں۔انہوں نے اپنی تفسیر میں آسان اور عام فہم زبان استعمال کی ہے۔ مکالمہ کے انداز میں بات کرتے ہیں۔ قیل و قال کے الفاظ سے ان کا مکالمہ جاری رہتاہے(13) جس کے ذریعے وہ تمام ممکنہ مسائل پر مدلل بحث کرتے ہیں۔ پوری تفسیر میں ایک ہی انداز وطرز ہے۔ الفاظ وجملوں میں ایک تسلسل اور سورتوں اور آیات کے درمیان ربط کو برقرار رکھاہے۔ علامہ جصاص کی تفسیری خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ معانی کا معاملہ ہو یازبان وبیان کی کسی گتھی کو سلجھانا مقصود ہو تو شعر کے برمحل استعمال سے استدلال کرتے ہیں۔ صرف ونحو کے ذریعے الفاظ کی لغوی وضاحت بھی کرتے جاتے ہیں۔ اصول فقہ کی اصطلاحات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ نہایت مناسب الفاظ اور عمدہ تراکیب استعمال کی ہیں۔ البتہ جہاں کہیں مخالفین پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے مؤقف کو بیان کیا ہے وہاں سخت زبان استعمال کرتے ہیں۔ الغرض أحکام القران للجصاص ایسی تفسیر ہے جس سے ہر دور کے علماء مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس تفسیر نے نہ صرف اس دور بلکہ آئندہ آنے والے علماء کی تفاسیر پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ علامہ جصاص نے جو انداز تفسیر قائم کیا اور جن مصادر پر اعتماد کیا ہے اس کو عصر حاضر کے علمائے تفسیر نے بھی اپنایاہے۔ اسی تفسیر کو مد نظر

رکھتے ہوئے علماء نے قرآن کریم کی تفاسیر لکھیں۔ عربی تفاسیر ہوں یا اردو تفاسیر، دونوں میں علامہ جصاص کے اقوال اور ان کا طرز تفسیر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ تفسیر احکام القرآن کے مصادر درج ذیل ہیں:

تفسیر القرآن بالقرآن

اَحکام القرآن کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ جصاص نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف کے لیے سب سے پہلے قرآن کریم کو بنیادی ماخذ قرار دیا۔ وہ تفسیر القرآن بالقرآن کے فن سے بخوبی آگاہ تھے جس کی بہترین مثال ان کی تفسیر سے ملتی ہے(14) آیات کریمہ کے عمومی معنی و مفہوم کی وضاحت ہو یا کسی مسئلہ پر بحث ہو، آیات قرآنیہ سے استنباط و استدلال بخوبی کرتے ہیں۔

تفسیر القرآن بالسنۃ

علامہ جصاص تفسیر القرآن بالسنۃ کا اصول اپناتے ہوئے آیات کریمہ کی وضاحت میں اور مفہوم کے لیے احادیث کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ علامہ جصاص کو صرف علم فقہ ہی نہیں بلکہ علم حدیث میں بھی ید طولی حاصل تھا۔ نقد حدیث میں مہارت حاصل تھی اور اس کاوش میں علامہ جصاص بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ ان احادیث کی سند اور متن کی بحث کے بعد علامہ جصاص رواۃ کی ثقاہت اور عدم ثقاہت بیان کرتے ہیں۔ اس محنت میں علامہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو رواۃ کی جرح میں متشدد معروف ہو کیونکہ ایسے رواۃ جن کو علامہ جصاص نے غیر ثقہ قرار دیا ہے، وہ ائمہ جرح و تعدیل کے مطابق ثقہ ہیں۔ علامہ جصاص نے اَحکام القرآن میں جن راویوں سے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں ان میں سب سے پہلے عبد الباقی بن قانع کا نام آتا ہے۔ اَحکام کی متعدد احادیث انہوں نے اپنے اسی استاد حدیث سے بیان کی ہیں۔ اس کے علاوہ غلام ثعلب کا بھی ذکر ملتا ہے۔ علامہ جصاص نے چونکہ انہی دو اساتذہ سے حدیث کا علم لیا ہے لہذا ان کی تفسیر میں انہیں اساتذہ سے زیادہ تر روایات ہیں۔

علوم الفقہ میں ماخذ

احکام القرآن للجصاص چونکہ فقہی تفسیر ہے لہذا علامہ جصاص نے ہر احکامی آیت کے ضمن میں آنے والے مسائل پر تمام ائمہ مذاہب کے دلائل بیان کیے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کی کتب کا تذکرہ بھی کیا ہے جس سے مندرجہ ذیل ماخذ علوم الفقہ سامنے آتے ہیں:

اصول فقہ کے لیے علامہ ابو بکر جصاص نے اپنی کتاب "الفصول فی الاصول" کو ماخذ بنایا ہے۔ خود اَحکام القرآن کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"قدمنا فی صدر هذا الكتاب مقدمة تشتمل على ذكر جمل مما لا يسع جهله من أصول التوحيد و توطءة لما يحتاج اليه من معرفة طرق استنباط معانى القرآن واستخراج دلائله واحكام ألفاظه وما تتصرف عليه أنحاء كلام العرب والأسماء اللغوية والعبارات الشرعية"(15)

مؤلف کی اس مقدمہ سے مراد ان کی اصول فقہ پر کتاب "الفصول فی الاصول" ہے۔ اپنی تفسیر میں علامہ جصاص نے تمام قواعد واصول اسی کتاب سے نقل کئے ہیں جن کی مدد سے آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔ علامہ جصاص مسائل فقہیہ میں کثرت سے اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ امام جصاص کی یہ کتاب حنفی مذہب کے اصول وقواعد پر لکھی گئی ہے۔ اصولیوں نے دو انداز سے اپنی کتابیں تالیف کی ہیں۔ ایک طریقہ متکلمین یا شافعیہ کا اور دوسرا فقہاء یا حنفیہ کا طریقہ۔ ابو بکر الجصاص کی یہ کتاب فقہاء کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ علامہ جصاص نے پہلی مرتبہ اس کتاب کے ذریعے مکمل صورت میں مذہب حنفیہ کے اصول و قواعد جمع کر کے لکھ دیئے ہیں۔

علامہ جصاص اپنی کتاب میں سب سے پہلے آیت کا ذکر کرتے ہیں پھر اس سے متعلقہ مسائل و احکام بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان احکام کے ابواب فقہیہ بناتے ہیں۔ اگر ان کی اپنی کوئی رائے ہے تو وہ بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ کی آراءواضح کرتے ہیں اور مسئلے کی اصل کو ثابت کرنے کے لیے فقہی فروعات میں ان سے استدلال کرتے ہیں پھر اس مسئلہ کے تمام ذیلی مسائل کی وضاحت کرتے ہیں اور اپنے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے لیے مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔ امام جصاص نے اپنی کتاب کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے: پہلی قسم استنباط احکام کے لغوی طریقے پر مشتمل ہے۔ اسی قسم کی طرف اشارہ علامہ جصاص نے اپنی کتاب " أحکام القرآن" کے مقدمہ میں کیا ہے۔ اور دوسری قسم أدلۃ الأحکام سے متعلق ہے۔ ان دونوں اقسام کو ابواب و فصول میں تقسیم کر کے تمام اصول و قواعد بیان کر دیئے ہیں۔ بلاشبہ حنفی مذہب کے اصول سمجھنے کے لیے یہ ایک فقہی اصول و قواعد کی مفید کتاب ہے(١٦)

علامہ جصاص نے أحکام القرآن میں مذہب حنفی سے استدلال کے لیے المبسوط کو ماخذ بنایا ہے۔ علامہ جصاص آیت مبارکہ ﴿وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ﴾ (17) کے ضمن میں مقدار مسح پر بحث کرتے ہوئے جہاں تمام ائمہ مذاھب کے اقوال بیان کرتے ہیں، وہیں اپنی رائے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كذلک نقول ان المفروض مسح البعض و المسنون مسح الجميع و انما قال اصحابنا ان المفروض مقدار ثلاثة اصابع فى احدى الروايتين و هى رواية الاصل۔۔"(١٨)

المبسوط امام محمد بن حسن الشیبانی کی مذہب حنفی پر سب سے بڑی کتاب ہے جس کا دوسرا نام "الأصل فی الفروع" ہے۔ امام محمد فقہ میں ایک مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کی فروعات کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ایک ایک مسئلہ سے سو فروعات تک ذکر کی ہیں۔ان کی اقسام کا بیان اور مسائل کی تخریج ان کی کتاب کا خاصہ ہے۔کتاب میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی روایات بیان کرتے ہیں اور پھر مسائل میں اپنی رائے بھی بیان کرتے ہیں۔صرف ان مسائل کے دلائل ذکر کئے ہیں جو حدیث یا اس سے متعلقہ مسئلہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس ضخیم کتاب میں امام محمد نے تمام احادیث وآثار جمع کر دیئے ہیں۔المبسوط اہم ترین، طویل ترین، مفصل،اہل علم کے لیے بڑی منفعت والی اور سہل الماخذ ہے کیونکہ یہ تمام مباحث فقہ کا تفصیل کے ساتھ احاطہ کئے ہوئے ہے جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے(19)

امام محمد کی ایک اور کتاب " أدب القاضی" سے بھی علامہ جصاص نے اپنی تفسیر میں استفادہ کیا ہے۔آیت مبارکہ ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ (20)میں گواہی کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" قال محمد فی کتاب أدب القاضی: من ظهرت منه مجانة لم أقبل شهادته"(21)

علامہ جصاص نے امام ابو یوسف کی تصنیف کتاب الخراج سے " أحکام القرآن" میں استفادہ کیا ہے۔قول باری تعالیٰ ﴿قاتلوا الذين لا يومنون بالله-----حتى يعطوا الجزية عن يد و هم صاغرون﴾ (22)کے ضمن میں جزیہ پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔جزیہ کن لوگوں سے وصول کیا جائے گا،اس کی مقدار کیا ہو گی اور اس کے مختلف طبقات پر بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"قال ابو يوسف فی كتاب الخراج : تؤخذ منهم على الطبقات على ما وصفت ثمانية و اربعين على الموسر مثل الصيرفی و البزاز و صاحب الصنعة و التاجر و المعالج و الطيب ..."(23)

یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الأنصاری الکوفی البغدادی ، ابو یوسف (۱۱۳ھ- ۱۸۲ھ)، امام ابو حنیفہ کے ساتھی اور ان کے شاگرد تھے۔اپنے مذہب کو سب سے پہلے پھیلانے والے اور بہت بڑے فقیہ وعلامہ تھے۔حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہوتا ہے۔وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مذہب ابی حنیفہ پر اصول فقہ کی کتاب وضع کی(24)امام ابو یوسف لکھتے ہیں:

"إن امير المؤمنين أيده الله تعالىٰ سألنی أن أضع له كتاباً جامعاً يعمل به فی جباية الخراج والعشور والصدقات والجوالی وغير ذلك مما يجب عليه النظر فيه والعمل به وإنما أراد بذلك

رفع الظلم عن رعيته والصلاح لأمرهم۔وفق الله تعالى امير المؤمنين و سدّده وأعانه على ما تولى من ذلک وسلمه مما يخاف ويحذرو طلب أن أبين له ما سألنى عنه ممايريد العمل به وأفسره وأشرحه وقدفسرت ذلک و شرحته"(۲۵)

امام ابو یوسف نے اس کتاب میں پوری شرح وبسط سے مسائل واضح کئے ہیں۔ غور وفکر، تدبر اور فقہی سوجھ بوجھ کے ساتھ اس کتاب کو لکھا ہے۔اس میں اجتہادات بھی کئے ہیں اور احادیث حسن کو بھی شامل کیا ہے۔

ابو جعفر أحمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ الازدی الطحاوی (۲۳۹ھ۔۳۲۱ھ) مصر کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ ان کی معروف تصنیف "شرح المعانی الآثار" کو بھی بیانِ احکام میں اپنا ماخذ بنایا ہے۔یہ کتاب مذہب حنفی پر مبنی ،بہترین ترتیب اور صحیح ترین روایات کے ساتھ ہے۔اس میں ائمہ مذہب حنفی جیسے ابو یوسف، محمد، زفر، الحسن بن زیاد وغیرہ سے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ ائمہ سے جو بکھری روایات ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے۔ ان کے اقوال سند کے ساتھ روایت کئے ہیں۔ وجہ ترجیح بھی واضح کی ہے۔ بہت سے مسائل اس کتاب میں ایسے ہیں جو نصاً ان سے روایت نہیں ہیں بلکہ ان کے نصوص سے مستنبط کئے ہیں یا اخذ کئے ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب اختصار کے ساتھ ہے مگر کتاب وسنت اور قیاس کی حجتوں سے خالی نہیں ہے۔اس کتاب کی ترتیب "مختصر المزنی" کی ترتیب کے مطابق ہے(26)

مذہب شافعی کی آراء کے لیے علامہ جصاص نے اپنی تفسیر میں امام شافعی کی احکام القرآن سے استفادہ کیا ہے۔امام شافعی کی أحکام القرآن سب سے پہلے لکھی جانے والی أحکامی تفسیر ہے علامہ جصاص نے اپنی تفسیر میں امام شافعی کے اقوال ان کی اس تفسیر سے لیے ہیں جن کا ذکر وہ خود اپنی تفسیر میں کرتے ہیں:و قال فی احکام القرآن : اذا قذف امرأته برجل لاعن و لم يحد للرجل . . . (27)

تفسیر کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ علامہ جصاص نے امام شافعی کے اصول فقہ ان کی کتاب "الرسالۃ" سے لیے ہیں۔ جس کا حوالہ وہ اپنی تفسیر میں دیتے ہیں۔ آیت مبارکہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ (28)کی تفسیر میں دوسرے مذاہب کی آراء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:و قال الشافعى فى كتاب الرسالة: يحتمل ان تكون المواريث ناسخة للوصية و يحتمل ان تكون ثابتة معها(29)

امام شافعی کی یہ کتاب ایک ہی جلد میں طبع ہوئی ہے جس کی تحقیق مصر کے احمد بن شاکر نے کی ہے۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے ضوابط وضع کئے جائیں جو ادوار میں سے ہر دور کے نئے واقعات کے اَحکام شرعیہ کو بیان کرنے کے لیے ایک فقیہ کے لیے لازم ہیں۔ امام جلیل نے یہ سب کچھ اپنی شاندار کتاب میں علم اصول فقہ کے بنیادی اصولوں کی صورت میں مدلل شکل میں پیش کیا ہے۔ ہر ایک اصولی بحث کے لیے ایک مستقل باب بنایا ہے پھر اس کی شرح، تعریف اور دلائل پیش کیے ہیں پھر اسے مثالوں سے بیان کیا ہیں جس سے مقصود حاصل ہو جائے تاکہ وہ علم اصول فقہ کے طالب کے لیے مکمل طور پر واضح ہو جائے کتاب کے بہت سے مباحث میں امام جلیل نے احکام اصول شرعیہ کے استنباط میں ایسے منفرد فوائد و قواعد اخذ کئے ہیں جن کے ذریعے ایک باخبر محقق استنباط و استخراج کے ذریعے مفہوم کا تعین کر لیتا ہے۔ یہ کتاب ایک فقیہ کے لیے نصوص شرعیہ سے فوائد مستنبط کرنے کا طریقہ کار متعین کرتی ہے اور قاری کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے امام جلیل کے قدر و مقام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور نصوص شرعیہ کے بارے میں ان کی عظیم صلاحیت و عبور کو ظاہر کرتی ہے۔ احمد بن حنبل نے کہا:((فإنه من أحسن كتبه))(30)

فقہ امام مالک کے لیے علامہ جصاص نے جن کتب سے استفادہ کیا ہے، ان میں امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر (۹۳ھ-۱۷۹ھ) کی کتاب المدونۃ الکبری مالکی مذہب کی پوری طرح تصویر کشی کرتی نظر آتی ہے۔ یہ تقریباً تیس ہزار مسائل کا مجموعہ ہے جسے امام مالک اسد بن الفرات نے المدونۃ الکبری کے نام سے جمع کیا ہے

احمد امین المدونۃ کو امام مالک کے فتاویٰ کا مجموعہ ہی قرار دیتے ہیں جس میں ان کے تلامذہ کا اجتہاد بھی شامل ہے۔ وہ اسے عراقی فقہ اور مدنی فقہ کا ایسا حسین امتزاج قرار دیتے ہیں جس میں ایک مکتب فکر کے علماء دوسرے مکتب فکر کے علماء کے اکابر سے استفادہ کیا کرتے تھے(31)ابو زہرہ نے بھی المدونہ کو امام مالک سے روایت کی ہوئی آراء کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ یہ کتاب در حقیقت اصول مالک پر مسائل کے استنباط کا بہترین نمونہ ہے۔ جہاں کہیں امام مالک کی رائے دیتے ہیں، وہاں ان کا حوالہ بھی دیتے ہیں(32)

تاریخی واقعات کے مصادر

علامہ جصاص نے اَحکام القرآن میں تاریخی واقعات بہت کم ذکر کئے ہیں۔ اکثر آیات قرآنیہ کی وضاحت علامہ صاحب آیات و احادیث اور عمل صحابہ و تابعین اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں کرتے ہیں اور مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ البتہ جہاں کہیں ضرورت پیش آئے یا جہاں علامہ جصاص کے مطابق حالات کی پیش نظر کوئی مسئلہ اس

قدر اہم ہو کہ اس کی تاریخ بتانا ضروری ہو، وہیں اس کے ذریعے بھی وضاحت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر علامہ جصاص نے آیت قرآنیہ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾(33) میں سحر کے موضوع پر مفصل و مدلل بحث کرتے ہیں۔ اس آیت سحر کے نزول کا واقعہ اور اس کی پوری تاریخ نیز سحر کی قدیم تاریخ بھی بیان کرتے ہیں پھر سحر کے مسائل پر مدلل بحث کرتے ہیں(34) ان تاریخی واقعات کے لیے علامہ جصاص نے جس مورخ کو ماخذ بنایا ہے(35) وہ مندرجہ ذیل ہے:

محمد بن سائب الکلبی (م: 146ھ) کوفہ میں پیدا ہوئے۔ تفسیر القرآن پر ایک کتاب تالیف کی لیکن اس کا میلان زیادہ قدیم عرب کے علماء اوران کی تاریخ جمع کرنے کی طرف تھا۔ تفسیر اخبار اور ایام عرب کے بہت بڑے عالم تھے مگر اپنی روایت میں ضعیف ہیں۔ وہ لوگوں کو تفسیر قرآن کی املاء کروایا کرتے تھے۔ ۱۴۶ھ میں کوفہ میں ہی وفات پائی۔(36)

علم لغت کے ماخذ

علامہ جصاص کو لغت عربی پر عبور حاصل تھا یہی وجہ ہے تفسیر کرتے ہوئے کسی لفظ کو متعین کرنے کے لیے عربی لغت کا پورا پورا استعمال کرتے ہیں۔ صرف قرآن و سنت ہی نہیں بلکہ اپنے لاجواب حافظے کی بناء پر دیوان عرب سے مشکل الفاظ کے معنی اخذ کرنے کی سعی بھی فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر علامہ جصاص آیت کریمہ ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾(37) اعتکاف کی وضاحت اسطرح بیان فرماتے ہیں:

"ومعنى الاعتكاف في أصل اللغة هو اللبث قال الله تعالىٰ(مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ)(٥٢) ثم نقل في الشرع الى معانى اخرمع الليث لم يكن الاسم يتناولها في اللغة، منها الكون في المسجد ومنها الصوم ومنها ترك الجماع رأساً و نية التقرب الى اللهعزوجل ولا يكون معتكفاً الا بوجود هذه المعانى"(38)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ﴿اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾(39) میں لفظ "غَرَامًا" کی لغوی تفسیر علامہ جصاص اس انداز میں کرتے ہیں:

"قيل : لازماًملحاًدائماً ومنه الغريم لملازمته وإلحاحه وانه لمغرم بالنساء أى ملازم لهن لا يصبر عنهن۔۔ ويسمى الدين غرماً ومغرماً لأنه يقتضى اللزوم والمطالبة فيقال للطالب الغريم لأن له اللزوم وللمطلوب غريم لأنه يثبت عليه اللزوم"(40)

ماخذ و مصادر لغت

علامہ جصاص نے اپنی تفسیر میں جن ماہرین لغات اور ان کی کتب سے استفادہ کیا ان میں یحییٰ بن زیاد بن عبد اللہ بن منظور الاسلمی جو الفرّا الدیلمی (41) کی معانی القرآن ایک اہم ماخذ ہے۔ اس کا سبب تالیف یوں بیان کیا جاتا ہے ": عمر بن بکیر الفرّا کے ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے الفرّا کو لکھا: بے شک امیر الحسن بن سہل جب کبھی مجھ سے قرآن سے کسی چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں تو میں اس کا جواب نہیں دے پاتا۔ بس آپ میرے لیے اصول جمع کر دیں یا ایک کتاب بنا دیں جس کی طرف میں رجوع کروں۔ الفرّا نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم سب اکٹھے ہو جاؤ۔ میں تمہیں قرآن کی املاء کرواتا ہوں۔ پس انہوں نے ایک دن مقرر کر لیا جب وہ حاضر ہوتے اور آپ ان کے پاس بیٹھتے۔ ایک شخص مسجد میں اذان دیتا تھا اور نماز میں سورۃ الناس پڑھتا تھا۔ الفرّا نے اسے کہا کہ سورۃ فاتحہ پڑھو پھر آپ نے اس کی تفسیر بیان کی۔ یہاں تک کہ پوری کتاب کی تفسیر بیان کر دی۔ وہ آدمی پڑھتا جاتا اور الفرّا اس کی وضاحت کرتے جاتے "(42)

ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ الکوفی، جو کہ الکسائی (43) کے نام سے معروف ہیں، سے بھی استفادہ کیا ہے۔ معجم الأدباء میں الکسائی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے ' ':هو أحد الأئمة فى القراء ة و النحو واللغة وأحد السبعة القراء المشهورين"(44)

انہوں نے ستر سال کی عمر میں بر نبویہ، جو کہ رو کا ایک قصبہ ہے، کے مقام پر وفات پائی۔ انہوں نے بے پناہ علمی ذخیرہ چھوڑا ہے جو قراءت، نحو و لغت سے متعلق تصینفات ہیں۔

معمر بن المثنی ابو عبیدہ البصری (م 208ھ) مولی بنی تیم القریش ایک ماہر لغت و نحو، ادب، اشعار اور نسب کے عالم تھے۔ ابو العباس المبرد ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"كان ابو عبيده عالماً بالشعروالغريب والأخبار والنسب وكان الأصمعى أعلم منه بالنحو وكان أعلم من الأصمعى بالأنساب''(45)

الجاحظ ان الفاظ میں ابو عبیدہ کا تذکرہ کرتے ہیں:

"لم يكن فى الأرض خارجى ولا اجماعى أعلم بجميع العلوم من ابى عبيده"(46)

علامہ آجری، ابو داؤد سے روایت کرتے ہیں:"((كان من أثبت الناس) (47)

انہوں نے بھی لغت، نحو، انساب اور شعراء پر ۲۰۰ کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ علامہ جصاص نے ان کی تصنیف مجاز القرآن سے اَحکام القرآن میں الفاظ کے معنی اخذ کئے ہیں۔ مجاز القرآن، غریب القرآن، معانی القرآن اور اِعراب القرآن کے نام سے جانی جاتی ہے(48)

الفرّا لکھتے ہیں:"أول من صنف فی ذلک - أی فی معانی القرآن- من أهل اللغة ابو عبیده معمر بن المثنی-(49)

ابو عبیدہ نے اس کتاب میں عربی زبان کے اسالیب و استعمالات اور تعبیر مافی الضمیر کے مختلف طرق و خصائص پر سب سے زیادہ اعتماد کیاہے۔ تفسیر کا یہ انداز تفسیر بالرائے کے ممنوعہ طریقے سے کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ ابو عبیدہ کے معاصر اہل لغت تفسیر بالرائے سے عموماً اجتناب کرتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی تفسیر میں جو طریقہ اختیار کیا وہ معاصرین کو پسند نہ آیا اور تفسیر پر نقد و جرح ہونے لگی۔ کلام عرب کے فہم کے لیے جو مخصوص ضوابط وحدود متعین کر دیئے گئے تھے، ابو عبیدہ اپنی اس تفسیر میں ان کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے لغوی معنی پر اپنی ذاتی تحقیق کی روشنی میں تبصرہ کیاہے اور شعراء عرب کے کلام سے بکثرت شواہد پیش کئے ہیں(50)

ابو اسحاق ابراہیم بن السری بن السھل الزجاج(م: 311ھ) نحو و لغت کے بہت بڑے عالم تھے۔ الخطیب ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:"كان من أهل الدين والفضل ، حسن الاعتقاد، جميل المذهب"(51)

انہوں نے بے شمار تصنیفات لکھیں۔ ابن ندیم نے اپنی کتاب میں ان کی تالیفات بیان کی ہیں۔ علامہ جصاص نے ان سے اپنی تفسیر میں لغت کے حوالے سے فائدہ اٹھایاہے۔ ان کی لغت پر کتاب "معانی القرآن" ہے۔

محمد بن یزید بن عبد الاکبر اشمالی الأزدی، ابو العباس، المبرد(م:286ھ) کے نام سے معروف ہیں۔ اِعراب القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی جو" معانی القرآن "اور"کتاب التام" کے نام سے معروف ہے جس سے علامہ جصاص نے اپنی تفسیر میں استفادہ کیاہے۔ معجم الأدباء میں ان کے بارے میں یوں بیان کیا گیاہے:

"كان حسن المحاضرة فصيحاً بليغاً ، مليح الأخبار ثقة فيما يرويه كثير النوادر فيه ظرافة ولباقة"(52)

کلام عرب سے استشہاد

علامہ جصاص نے احکام القرآن میں جابجا آنے والے غریب اور مشکل الفاظ کی شرح کے لیے کتب کلام عرب سے معانی اخذ کیے ہیں۔جیسا کہ علامہ جصاص آیت کریمہ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا ---عَلَى النَّاسِ﴾(53) میں لفظ"وسط"کی وضاحت اشعار کے ذریعے سے بھی کرتے ہیں:

ایک قول کے مطابق وسط عدل یعنی معتدل کو کہتے ہیں۔ایک قول کے مطابق وسط کے معنی ہیں خیار یعنی بہترین۔یہ دونوں معنی یکساں ہیں اس لیے کہ عدل خیار یعنی بہترین ہی ہوتا ہے۔زہیر کا شعر ہے:

ؔ ہم وسط یرضی الا نام بحکمھم   اذا طرقت احدی اللیا بعظم(54)

اسی طرح قول باری تعالیٰ: ﴿حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ (55)کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ جصاص اشعار سے یوں استشہاد کرتے ہیں:

"روی عن ابن مسعود : حتی توارت الشمس بالحجاب وھو کقول لبید:

ؔ حتی إذا ألقت یداً فی کافر   وأجن عورات الثغور ظلامھا

وکقول حاتم:

ؔ أماوی مایغنی الثراء عن الفتی   إذا حشر جت یوماً و ضاق بھا الصدر

فاضمر النفس فی قولہ حشرجت"(56)

علامہ جصاص نے جن شعراء کے کلام سے استشہاد کیا ان میں حندج بن حجر بن الحارث الکندی جو امرؤالقیس کے نام سے جانا جاتا تھا،ملک الضلیل اور ذوالقروح کے القابات سے معروف تھا۔اس کا والد بنی اسد کا بادشاہ تھا جو ملوک کندہ تھے۔اس کی ماں "فاطمہ" کلیب اور مھلھل بن ربیعہ کی بہن تھی۔امرؤالقیس ۴۹۷م میں پیدا ہوا۔ یہ اپنے قبیلے اور اس کی سیادت کے معاملات کی فکر میں پڑنا پسند نہ کرتا تھا بلکہ اسے شعروشاعری اور عورتوں سے بہت دلچسپی تھی۔جب اس کا باپ اس کے ان بے ہودہ مشاغل سے تنگ ہوا تو اسے گھر سے نکال دیا۔اپنے دوستوں کے ساتھ اشعار اور قصیدے اور شراب میں گم ادھر اُدھر پھرتا رہا۔اس دوران اسے اپنے والد کے قتل کی خبر ملی۔امرؤالقیس کو اپنے باپ کے قتل کے انتقام کا موقع نہ مل سکا۔وہ ایک جلدی مرض میں مبتلا ہو گیا اور مدینہ کے قریب "انقرہ" میں ۵۴۵م میں وفات پائی(57)

امرؤ القیس نمایاں ترین اور مشہور و معروف جاہلی شعراء میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کا معلقہ معروف ہے جو اس نے دارۃ الجلجل کے واقعہ اور اس دور کے حالات و واقعات پر لکھا ہے۔ اس نے بہت سے شعر عورتوں سے متعلق، جوانی کے بارے میں اور سیلاب، بارش اور اپنے شکار اور گھوڑوں سے متعلق کہے۔اپنے معلقہ کے آغاز میں ہی لکھتا ہے:

؎ قفا نبک من ذکری حبیب و منزل

بسقط اللوىٰ بين الدخول وحومل(58)

علامہ جصاص نے احکام القرآن میں امرؤالقیس کے اشعار سے بکثرت استشہاد کیا ہے(59)

امام جصاص نے دور جاہلیت کے نامور شاعر لبید بن ربیعہ کے اشعار سے بھی آیات قرآنیہ کے مفاہیم اخذ کئے ہیں(60)ابو العقیل لبید بن ربیعہ العامری م: 41ھ میں پیدا ہوا۔ سخاوت اور بہادری کے سائے تلے پرورش پائی۔ چھوٹی عمر سے ہی شعر کہنا شروع کر دیئے اور اسی سے مشہور ہو گیا۔ مختصر اور طویل قصیدے کہتا رہا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ اپنی قوم کے ایک وفد کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے پاس آکر اسلام قبول کر لیا۔ قرآن حفظ کیا اور اشعار کہنا چھوڑ دیئے۔ یہاں تک کہ گمان کیا جاتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس نے صرف ایک شعر کہا:

؎ الحمدلله إذلم یاتنی أجل حتی لبست من الاسلام سربالاً

اسی لیے اسے جاہلی شعراء میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے اسلام میں طویل عمر پائی۔اس نے ۱۵۷سال عمر میں ۱۴ھ میں وفات پائی۔ لبید بہت زیادہ فیاض، بہت عقلمند اور نیک فطرت تھا۔ اس نے اپنے اخلاق و اوصاف اپنے اشعار میں بیان کئے ہیں۔ اس نے معلقہ لکھا جس کے الفاظ قوی، اسلوب بہترین اور دیہات و دیہاتی لوگوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اور اپنی قوم کے فخر پر اس کا اختتام ہوتا ہے(61)

اسی طرح ابو امامہ زیاد بن عمرو بن معاویہ "النابغہ" کے لقب سے معروف تھا(م:18 ق ھ)۔ وہ طبقہ اولی کے نمایاں جاہلی شعراء میں شمار ہوتا ہے امام جصاص نے طرفہ کے اشعار لغوی وضاحت کے لیے نقل کیے ہیں(62)

علاوہ ازیں ابی سلمٰی ربیعہ بن ریاح المزنی غطفان کے رہنے والے تھے۔ شعراء متقدمین میں سے ایک ہیں۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا ہے کہ کیا آپ شاعر الشعراء سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کون؟ فرمایا جو کہتا ہے :

ے ولو أن حمداً یخلد الناس خلد ولکن حمد الناس لیس بمخلد

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ تو زھیر ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: پس وہی شاعر الشعراء ہے کیونکہ وہ مبہم کلام نہیں کہتا، تکرار نہیں کرتا، اس سے اجتناب کرتا ہے، کسی کی مدح سرائی میں مبالغہ نہیں کرتا (63)

عکرمہ بن جریر نے اپنے والد سے پوچھا کہ کون لوگوں میں بہترین شاعر ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری مراد جاہلیت سے یا اسلام سے ہے۔ عکرمہ نے فرمایا کہ میں اسلام کا ہی پوچھ رہا تھا مگر اب جاہلیت کا ذکر آیا ہے تو اس کے بارے میں بتائیے۔ فرمایا زھیر بہترین شعراء میں سے ہے۔ زھیر نے بعثت رسول ﷺ سے قبل ۶۰۸ میلاد میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۹۰ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا جب رسول ﷺ مبعوث ہوئے تو ضرور توحید ، ایمان باللہ پر مبنی افکار کے باعث اسلام لے آتا۔ زھیر بہت بڑا دانا، اچھے اخلاق والا، کبیر النفس، کریم، سخی اور بردبار تھا۔ اس کے اشعار حکمت کے موتیوں سے بھرپور تھے۔ اور وہ مکارم اخلاق اور حکیمانہ اشعار کے باعث مشہور تھا۔ اس کا شمار بھی اصحاب معلقات میں ہوتا ہے (64) علامہ جصاص نے زھیر کے اشعار سے بھی استشھاد کیا ہے (65)

سیدہ تماضر بنت عمرو بن الشرید، الخنساء کے لقب سے معروف تھی۔ اس کے والد اور بھائی صخر اور معاویہ قبیلہ سُلیم سے تھے۔ جب ان کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ شدت غم میں مبتلا ہو گئی اور بہت زیادہ رونے کے باعث اس کی بینائی چلی گئی۔ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے پاس آکر اسلام قبول کر لیا۔ اس نے اپنے والد اور بھائیوں کی وفات کے بعد شعر لکھنا شروع کئے۔ یہ اسلام سے پہلے کے عرب شعراء میں سے نہیں ہے۔ اس کے اشعار میں رقت اور حلاوت پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ نمایاں وأفضل شعراء میں شمار ہوتی ہے لیکن اس کے اشعار میں جاہلی بدوی اثر ہی چھایا رہا۔ اسلام کا تھوڑا بہت بھی اثر نہیں تھا۔ اس نے ۲۴ھ/۶۴۵م میں وفات پائی (66)

ابو ملکیہ جرول بن اوس العبسی، بنی عبس میں پیدا ہوا۔ محروم و مظلوم جوان ہوا۔ اس کے اہل خانہ سے اس کو کوئی مدد نہ ملی، نہ ہی اس کی قوم کی طرف سے کوئی سند ملی۔ اس ماحول کے اضطراب میں اس نے شعر کہنا شروع کیا۔ اسی لیے اس کے اشعار میں قوت، دشمنی اور اس ظلمت کے ماحول کی وجہ سے انتقام پایا جاتا ہے۔ وہ اس حد تک جا پہنچا تھا کہ اس نے اپنی ماں، بیوی اور بیٹے حتی کہ خود اپنی ہجو کہہ ڈالی۔ جب اسلام آیا تو اس نے اسلام قبول کر لیا مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔ الحطیئہ اموی شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ ۴۵ھ/۶۶۵م میں وفات پائی (67) احکام القرآن میں ان کے اشعار بھی ملتے ہیں (68)

علامہ جصاص نے فرزدق کے اشعار سے آیات قرآنیہ کے مشکل الفاظ کے لیے استدلال کیا ہے(69)ابو فراس ھمام بن غالب التمیمی ۲۰ھ بصرہ میں پیدا ہوا، وہیں پرورش پائی۔ ادب و فصاحت کے زیر سایہ بڑا ہوا۔ اس کا والد شعر روایت کیا کرتا تھا۔ ایک روز یہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس واقعہ جمل کے بعد فخریہ اشعار کہنے آیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: قرآن پڑھو اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ یہ بات فرزدق کے ذہن میں رہ گئی حتی کہ وہ بڑا ہو گیا۔ اس نے قرآن حفظ کیا۔ خلفاء الاموبین کی مدح میں اشعار کہے۔ اس کے اشعار میں فخر کا عنصر غالب ہے۔ وہ ایام عرب اور ان کے نسب کا ذکر کرتا ہے۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی(70)۔ اس کے علاوہ بھی علامہ جصاص نے بہت سے شعراء کے کلام سے آیات کے مفاہیم کو واضح کرنے کے لیے استدلال کیا ہے۔ جن میں ابو تمام، عامر بن الطفیل، نابغہ جعدی، الاعشی، ذوالرمۃ، طرماح، افوہ اودی، ابن کُثیّر، ابوداؤد ایادی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔

الغرض ہر دور میں احکام القرآن کے نام سے تفاسیر لکھیں گئیں۔ اس طویل سلسلے کا آغاز امام محمد بن ادریس شافعی سے ہوتا ہے اور پھر امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص، الکیاہراسی اور ابو عبد اللہ القرطبی سے ہوتا ہوا آج تک جاری ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص چوتھی صدی ہجری کے نامور مفسر تھے۔ ہر مکتب فکر قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ جس دور میں انہوں نے پرورش پائی وہ علمی و فکری لحاظ سے علوم و فنون سے بھرپور تھا۔ اس دور میں بہت سے نئے علوم مثلاً علم الکلام، علم الصرف، علم النحو، تاریخ اور فلسفہ وغیرہ متعارف ہوئے۔ یہی وہ علوم تھے جو آج کے علوم کے لیے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ صدی علم اور علماء کی صدی کہلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ جصاص کا شمار ایسے علماء میں ہوتا ہے جو آئندہ آنے والوں والوں کے لیے ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے ہی دور میں علامہ جصاص نے قرآن کی خدمت کی۔ اپنے دور کی ضروریات کے پیش نظر تفسیر قرآن کی ضرورت کو پورا کیا اور اس دور کے رجحانات کو احکام القرآن کے لیے اختیار کیا۔ علامہ جصاص نے مفاہیم قرآن کی تلاش کے لیے ان تمام بنیادی مصادر کو استعمال کیا ہے جو تفسیر قرآن کے آغاز سے ہی جو تفسیر قرآن کے عہد آغاز سے ہی ایک مفسر قرآن کے لیے بنیادی ماخذ بنا دیئے گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ احکام القرآن للجصاص کے بعد لکھی جانے والی تفاسیر کے لیے یہ تفسیر ایک مستند ماخذ و مصدر بن گئی۔ مابعد تفاسیر (عربی و اردو) میں نہ صرف ان کی آراء و اقوال کو نقل کیا گیا ہے بلکہ ان کے انداز کو بھی اپنایا جاتا رہا۔ احکام القرآن للکیاھراسی، احکام القرآن للقرطبی، معارف القرآن اور تبیان القرآن وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ الغرض دور قدیم سے لے کر دور جدید تک احکام القرآن پر لکھنے والے علماء

اور مفسرین کے لیے احکام القرآن للجصاص ایک ماخذ و مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی کی وجہ سے علامہ جصاص کو صاحب التصنیف اور امام کا درجہ ملا۔

حوالہ جات وحواشی

(1) القرشی،عبدالقادر بن ابی الوفاء، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2005/1426ھ، 58؛ عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1376ھ/1957م، 2/7؛ اللکنوی، محمد عبد الحیٔ، الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ، شرکۃ دارالارقم بن ابی ارقم، بیروت، طبع اول، 1418ھ1998م27؛ خطیب بغدادی، ابی بکر احمد بن علی، تاریخ بغداداؤ مدینۃ السلام، دارلکتاب العربی، بیروت، 4/314؛ ابن ندیم، الفہرست، رضا۔ تجدد (محقق)، حقوق الطبعۃ محفوظۃ للمحقق، 1391ھ/1971م، 261؛ الداوودی، شمس الدین محمد بن علی، طبقات المفسرین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1403ھ/م1983، 56؛ یحیٰ مراد، معجم تراجم أعلام الفقھاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1425ھ/2004م، 68؛ الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد، سیر أعلام النبلاء، المکتبۃ التوفیقیۃ، 12/439؛ البدایہ والنھایہ، 11 / 357؛ الامام احمد بن علی الرازی الجصاص، 41

(2) الجواہر المضیۃ، 58

(3)-FuatSezgin.(1967).GAS.leidens.E.J.Bull.1/444ء۔

(4) ذھبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، مؤوسسۃ التاریخ العربی، طبع اول، 2/297

(5) أعلام الفقھاء، 68، 69

(6) ابن قطلوبغا، ابی العدل زین الدین قاسم، تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ، مطبعۃ العانی، بغداد، 1962م، 6

(7)- GAS. 1/444;

الفوائد البھیۃ، 27؛ الجواہر المضیۃ، 59

(8) سیر أعلام النبلاء، 12/439

(9) الجواہر المضیۃ، 59

(10) البدایہ والنھایہ: 11 / 291، 277؛ سیر أعلام النبلا: 12/161؛ ذھبی، شمس الدین محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1998م، 3/66؛ الذھبی، العبر فی خبر من غبر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع

اول،1405ھ/1985،2/74؛ ابن العماد الحنبلی، ابی الفلاح عبد الحئ، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، دارالمسیرۃ، بیروت، طبع دوم،1399ھ/1979م،2/374،373

(11) تاریخ بغداد،4/315،314

(12) الفوائد البھیۃ،27؛الجواہر المضیۃ،59 ؛تاریخ بغداد:3/247؛العبر:2/207

(13) اَحکام القرآن:1/355-357،3/ 295-299

(14) اَیضاً:1294،2/30،2/462 (15) اَیضاً،1/5

(16) ماخوز از عجیل جاسم النشیمی، الامام احمد بن علی الرازی الجصاص، دار القرآن، الکویت، ھ1400/1980،135-139

(17) المائدہ6: 5 (18) اَحکام القرآن،2/35

(19) محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الاصل المعروف بالمبسوط،ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی،1/1۔9

(20) البقرۃ2: 284 (21) اَحکام القرآن،1/ 613

(22) التوبہ9/ 29 (23) اَحکام القرآن،3/127

(24) الاَعلام،8/193؛ابی یوسف،یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج،طبعۃ ولاق،1302 م،6

(25) اَیضاً

(26) الطحاوی، ابی جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ، مختصر الطحاوی، ابو الوفاء الافغانی (محقق)، مطبعۃ دار الکتاب اکتاب العربی، قاہرہ،1370ھ،4

(27) اَحکام القرآن،3/351 (28) البقرۃ2: 180

(29) احکام القرآن:1/203

(30) الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1426ھ/2005م،6؛البیھقی، ابی بکر اَحمد بن الحسین، مناقب الشافعی، مکتبہ دارالتراث، قاہرہ، طبع اول،1391ھ/1971م،235

(31) احمد امین، ضحی الاسلام، دارالکتاب العربی ،بیروت، طبع اول، 1425ھ/ 2005م،2/ 417، 418 ؛مالک بن انس، مقدمہ المؤطا، دارالغد الجدید، مصر، طبع اول،1426ھ/2005م،7-9؛مالک بن انس، اردو دائرہ معارف الاسلامیہ، دانش گاہ پنجاب،372،376

(32) مالک بن انسؒ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، طبع اول،1405ھ/1985م،18/ 384

(33) البقرۃ2: 102 (34) اَحکام القرآن،1/49-70

(35) أحکام القرآن 1/ 53

(36) محمد بن سعد، الطبقات الکبری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، 1416ھ، 6/ 533؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 314؛ الأعلام، 6/ 133

(37) البقرۃ 2: 187 (38) أحکام القرآن، 1/ 294

(39) الفرقان 25: 65 (40) أحکام القرآن: 3/ 449

(41) الفرّاء، یحیٰ بن زیاد، معانی القرآن، محمد علی النجار (محقق)، عالم الکتب، بیروت، طبع دوم، 1980م، 1/ 7-10؛ ابن حجر العسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل أحمد بن علی، تہذیب التہذیب فی رجال الحدیث، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴م، 7/ 40؛ معجم المؤلفین، 13/ 198، 197؛ یاقوت حموی، معجم الادباء، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1430ھ/ 2009م، 10/ 124؛ البدایۃ و النھایۃ، 10/ 702، 701؛ الاعلام، 8/ 146؛ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، دارالفکر، بیروت، طبع اول، 1426ھ/ 2005م، 750

(42) معانی القرآن، 1/ 12، 13

(43) معجم الادباء، 6/ 70-80؛ تہذیب التہذیب، 4/ 591؛ البدایۃ والنھایۃ، 13/ ، 633، 634؛ بغیۃ الوعاۃ، 616، 617؛ معجم المؤلفین، 7 / 84؛ الاعلام، 4/ 283؛ الفہرست، 1/ 37

(44) معجم الادباء، 6/ 70

(45) سیر أعلام النبلاء، 8/ 291، 290 بغیۃ الوعاۃ، 719؛ معجم الادباء، 1/ 52-55؛ تہذیب التہذیب، 6 / 365-367؛ میزان الاعتدال، 6/ 483؛ معجم المؤلفین، 12/ 310؛ الاعلام، 7 / 272؛ الفہرست، 2 / 59، 58؛ ابو عبیدہ، معمر بن المثنی، مجاز القرآن، دارالفکر، بیروت، طبع دوم، 1390ھ/ 1970، 1/ 9-16

(46) بحوالہ معجم الادباء، 1/ 52

(47) أیضاً

(48) بحوالہ تہذیب التہذیب، 6/ 365

(49) مولانا ابو محفوظ الکریم، ابو عبیدہ کی تفسیر مجاز القرآن، (ماہنامہ) معارف، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، جلد نمبر 83، شمارہ نمبر 5، مئی 1959م، 366؛ معانی القرآن، 12

(50) مجاز القرآن، 1/ 9-16

(51) بحوالہ معجم الادباء، 1/ 35

(52) بغیۃ الوعاۃ، 232، 231؛ معجم الادباء 10 / 30-35؛ الأعلام، 7/ 144

(53) البقرۃ 2: 143

(54) أحکام القرآن، 1/ 106

(55) ص 38: 32

(56) أحکام القرآن، 3/ 502

(57) احمد حسن الزیات، تاریخ الادب العربی، مکتبۃ العلمیہ، لاہور، 1413ھ/1994، 37؛ الزوزنی، ابی عبد اللہ الحسین بن احمد، شرح المعلقات السبع، دار المعرفت، بیروت، طبع اول، 1423ھ/م 2003، 15؛ الشنقیطی، احمد امین، شرح المعلقات العشر واخبار شعراءھا، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، 5-16

(58) الزیات، تاریخ الادب العربی، 38؛ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 1/ 97، 99

(59) دیکھیے أحکام القرآن: 3/ 256

(60) أیضاً: 1/ 49

(61) الزیات، تاریخ الادب العربی، 53، 54، شرح المعلقا ت السبع، 131؛ شرح المعلقات العشر، 81-90؛ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 1/ 145

(62) أحکام القرآن: 1/ 111؛ 2/ 278

(63) شرح المعلقات العشر، 64؛ شرح المعلقات السبع، 107

(64) الزیات، تاریخ الادب العربی، 42، 41، بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 1/ 95

(65) أحکام القرآن: 1/ 641

(66) الزیات، تاریخ الادب العربی، 110، 109؛ معجم المؤلفین، 3/ 92؛ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 1/ 164

(67) الزیات، تاریخ الادب العربی، 113، 114؛ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 1/ 168

(68) أحکام القرآن: 1/ 513

(69) أیضاً: 1/ 362

(70) الزیات، تاریخ الادب العربی، 120، 121؛ معجم المؤلفین، 13/ 152، 153؛ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 1/ 209-212